قسط سوم:۔۔۔۔۔

میر کا سیاسی اور سماجی ماحول

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب، استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

— • گذشتہ سے پیوستہ • —

عماد الملک آگرے کے نواح میں رہ گیا اور نجیب الدولہ جو صفدر جنگ اور احمد شاہ بادشاہ کی لڑائی میں بادشاہ کا ملازم ہوا تھا، نمایاں ترقی کر کے میر بخشی اور مختارِ سلطنت بن گیا۔[1]

نجیب الدولہ سے جھڑپ احمد شاہ ابدالی کے واپس چلے جانے کے بعد عماد الملک مرہٹوں کو نجیب الدولہ پر چڑھا لے گیا، نجیب الدولہ شہر بند ہو گیا، توپ خانے کی جنگ ہوئی، آخر کار عماد الملک نے نجیب الدولہ سے صلح کر لی اور وہ اپنی جاگیر سہارن پور چلا گیا، وزیر (عماد الملک) اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ شہر میں داخل ہوا، دکنی فوج کو رخصت کر دیا۔ توپ خانے کی داروغگی راجا (ناگر مل) کے لڑکے کو تفویض ہوئی اور احمد خان میر بخشی ہو گیا۔[2]

اس زمانے میں میر کی حالت بقول میر "چوں کہ چاقو ہڈی تک پہونچ گیا یعنی فقر و فاقہ کی تکلیف ناقابلِ برداشت ہو گئی، اضطراب بہت بڑھ گیا، ایک دن صبح کی نماز کے بعد اس (راجا جگل کشور) کے دروازے پر پہونچ گیا، چوبداروں کا میر دہ جے سنگھ نامی میرے سامنے آیا اور کہنے لگا "یہ دربار کا کون سا وقت ہے"؟ میں نے کہا۔ "اضطرار کا عالم ہے"! بولا "تم لوگوں کو درویش کہتے ہیں، تم شاید یہ نہیں جانتے کہ — ایک ذرہ بھی خدا کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا، یہاں اپنی ریاست کے آگے

---

[1] میر کی آپ بیتی ص ۱۱۳، خزانۂ عامرہ ص ۱۰۰ [2] میر کی آپ بیتی ص ۱۱۴ - ۱۱۵

تمہاری فکر کیسے ہے۔ صابر و شاکر رہنا چاہئے، ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے، یہاں تو تمہاری رسائی مشکل ہے، البتہ اُن کے بڑے لڑکے سے مل سکتے ہیں۔ میں نہایت شرمندہ ہوا، اور واپس آگیا۔[1]

بعدازیں خواجہ غالب کے توسل میر راجا کے لڑکے کی خدمت میں پہونچے اور اُس نے کچھ مقرر کردیا جو میر کو ایک سال تک ملتا رہا، اُس دن سے عشاء کی نماز کے بعد ملازموں کے طریقے سے میر اُن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور دو گھڑی رات گئے تک رہتے تھے، اس خدمت کا پھل یہ تھا کہ چین سکھ سے گزر اوقات ہورہی تھی۔[2]

پانچواں حملہ ۱۷۵۷ء اس حملے کی نوعیت پچھلے چار حملوں سے بالکل مختلف تھی، اس مرتبہ احمد شاہ ابدالی خود نہیں آیا تھا بلکہ اپنے مغرور طاقتور وزیر عماد الملک غازی الدین سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے عالمگیر ثانی نے خود ابدالی کو بلایا تھا[3] فرحت الناظرین کے ایک بیان سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عالمگیر ثانی نے نجیب الدولہ کے توسل سے ابدالی کو دعوت نامہ بھیجا تھا۔[4]

خزانۂ عامرہ میں لکھا ہے کہ عماد الملک نے لاہور کے اُس نظام کو، جو شاہ ابدالی نے قائم کیا تھا۔ درہم برہم کردیا تھا اور معین الملک کی بیوی مغلانی بیگم کو معزول کرکے وہاں کی حکومت آدینہ بیگ خان کے سپرد کردی تھی۔[5]

اس بات سے ناراض ہوکر شاہ ابدالی نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ آدینہ بیگ مقابلے کی تاب نہ لاکر وہاں سے فرار ہوکر حصار اور ہانسی کے جنگلوں سے ہوتا ہوا ہانسی کے قلعہ میں چلا آیا۔ شاہ ابدالی اس کے تعاقب میں دہلی تک پہونچ گیا۔ عماد الملک، جو بے سروسامانی کی حالت میں تھا اور مقابلے کی تاب بھی نہ تھی، اپنی عافیت کے لئے شاہ ابدالی کی خدمت میں بذاتِ خود حاضر ہوگیا۔[6]

---

[1] میر کی آپ بیتی ص ۱۱۵۔ [2] حوالہ بالا ص ۱۱۶ [3] سیاسی مکتوبات۔ ص ۱۹۵

HISTORY OF THE REIGN OF SHAH AULAM P 4

[4] ایلیٹ وڈاوسن (انگریزی) ج ۸، ص ۱۶۳ [5] خزانۂ عامرہ ص ۹۸، ۹۹، سیر المتاخرین (اردو ترجمہ) ج ۳، ص ۴۸ تا ۵۰۔ [6] خزانۂ عامرہ ص ۹۹۔ سیر المتاخرین (اردو ترجمہ) ج ۳ ص ۵۲۔

شاہ ابدالی قلعۂ معلّیٰ میں داخل ہوا اور عالمگیر ثانی | شاہ ابدالی شہر شاہ جہاں آباد میں اور اس کے سپاہ کا ظلم و ستم

سے ملاقات کی[1] سارے ملک کے وکیلوں کو طلب کیا گیا، اور انھوں نے شاہ ابدالی کی خدمت میں نذریں پیش کیں، جاٹوں کے سردار سورج مل کے علاوہ سب نے ابدالی کی اطاعت قبول کر لی۔ ابدالی نے غازی الدین کو معطل کر کے عالمگیر ثانی کے بڑے بیٹے عالی گہر کو نائب سلطنت مقرر کیا۔[2] اور اپنے بیٹے تیمور شاہ کی شادی عالمگیر ثانی کی بھتیجی سے رچائی۔[3]

اس موقع پر ابدالی سپاہ نے جو مظالم اور جبر و تشدد کئے تھے، اُن کی بڑی دردناک تصویر اُس زمانہ کے لٹریچر میں تفصیل سے ملتی ہے۔ غلام علی آزاد بلگرامی کا بیان ہے کہ

"دست بتاراج اموال و ناموس متوطنان شہر دراز کردہ دقیقہ از نہیب و غارت مہمل نگذاشت، اہلِ غیرت خود را بہ سم و سلاح ہلاک کردند"[4]

اس حملہ میں خود میر کا مکان بھی منہدم ہوا تھا۔ اس تباہی و بربادی کا حال میر نے بڑے دل دوز پیرائے میں لکھا ہے۔ اُن کا بیان ہے:

"بندہ (میر) اپنی عزت تھامے شہر میں بیٹھا رہا۔ شام کے بعد منادی ہوئی کہ "بادشاہ نے امان دے دی ہے، رعایا کو چاہیے کہ پریشان نہ ہو" مگر جب گھڑی بھر رات گذری تو غارت گروں نے ظلم و ستم ڈھانا شروع کئے، شہر کو آگ لگا دی، گھروں کو جلا دیا، اور سارا ساز و سامان لے گئے، صبح کو جو (گویا) صبح قیامت تھی تمام شاہی (درانی) فوج اور روہیلے ٹوٹ پڑے اور قتل و غارت میں لگ گئے (شہر کے) دروازوں کو توڑ ڈالا اور لوگوں کو قید کر لیا۔ بہتوں کو جلا دیا اور سر کاٹ لئے، ایک عالم پر یہ مظالم توڑے اور تین دن رات تک اس ظلم سے ہاتھ نہ کھینچا۔ کھانے اور پینے کی چیزوں میں سے کچھ نہ چھوڑا۔ چھتیں توڑ دیں، دیواریں ڈھا دیں (ان مصیبتوں سے

---

[1] ملخص التواریخ۔ ص ۲۰۴، خزانۂ عامرہ ص ۹۹۔ [2] HISTORY OF THE REIGN OF SHAH AULUM PP 5-6

[3] خزانۂ عامرہ۔ ص ۹۹۔ ملخص التواریخ ص ۲۰۴، تاریخ عالمگیر ثانی ص ۱۰۱ (الف) میر کی آپ بیتی ص ۱۱۲

[4] خزانۂ عامرہ ص ۹۹۔ نیز ملاحظہ ہو، ملخص التواریخ۔ ص ۲۰۴

کتنوں ہی کے) سینے زخمی اور کلیجے چھلنی کر دئے، مادہ فتنہ گر ہر طرف چھائے ہوئے تھے اور شرفا کی مٹی پلید ہو رہی تھی، شہر کے عمائد خستہ حال ہو گئے تھے، بڑے بڑے امیر ایک گھونٹ پانی کے لئے بھی محتاج بن گئے۔ گوشہ نشین بے گھر اور نواب گداگر بن گئے۔ شرفا ننگے تھے، گھر والے نگھرے، ہر ایک بلا میں گرفتار اور رسوائے کوچہ و بازار تھا، اکثر لوگ مصیبت میں مبتلا، اور اُن کے زن و فرزند اسیر، شہر میں (غارت گروں کا) ہجوم تھا اور بے روک ٹوک قتل و غارت ہو رہی تھی، لوگوں کا حال ابتر ہو گیا۔ بہتوں کی جان لبوں تک آ گئی (یہ غارت گر) زخم بھی لگاتے اور گالیاں گفتاریاں بھی دیتے، روپیہ بھی سب چھین لیتے اور مار الگ لگاتے، جو سامنے آ جاتا اُس کے بدن کے کپڑے تک نہ چھوڑتے۔ ایک عالم تکلیفیں جھیل کر مر گیا۔ ایک جہاں کی عزّت و ناموس برباد ہو گئی، نیا شہر جل کر سیاہ ہو گیا، تیسرے دن انتظام سنبھلا، انزلا خان نامی چپقچی آیا تو رہا سہا اُس نے لُوٹ لیا۔ بارے منتظمین نے لُوٹ مچانے والوں کو شہر سے نکال کر احتیاطی تدابیر شروع کیں، اب وہ بے رحم لوگ پرانے شہر کو تاراج کرنے میں لگ گئے۔ وہاں بے شمار انسانوں کو قتل کر دیا۔ سات آٹھ دن تک یہ ہنگامہ رہا، ایک قت کھانے اور ستر ڈھکنے کے وسائل بھی کسی کے گھر میں نہ رہے، مردوں کے سر ننگے تھے اور عورتوں کے پاس اوڑھنی بھی نہ تھی، چونکہ راستے بند تھے، بہت سے لوگ زخم کھا کھا کر مر گئے، کچھ سردی کی شدّت سے اکڑ گئے (اس فوج نے) بڑی بے حیائی سے لوٹ مچائی اور شہریوں کو بے آبرو کیا۔ غلہ زبردستی چھینتے اور مفلسوں کے ہاتھ دھونس سے فروخت کرتے۔ اِن غارتگروں کا شور و ہنگامہ ساتویں آسمان تک پہونچ رہا تھا۔ مگر بادشاہ جو خود کو فقیر سمجھتا تھا، استغراق کے باعث سنتا ہی نہ تھا، ہزاروں خانہ خراب اس ہنگامے سے نکل کر بصد حسرت ترکِ وطن کر گئے، اور جنگل کی طرف منھ اُٹھا کر چل دئے، چونکہ ان جفاکاروں کی بن آئی تھی، لوٹتے کھسوٹتے، ایذائیں دیتے، ستم ڈھاتے، عورتوں کی بے حرمتی کرتے، اپنی تلواریں لئے مال بٹورتے پھرتے، شہریوں سے کچھ نہ ہو سکتا تھا کیوں کہ اُن میں قوتِ مدافعت نہ تھی، کوئی سراسیمہ و مضطرب تھا، کوئی حسرت اور افسوس کرتا تھا، ہر گھر میں، ہر گلی کوچے میں، ہر بازار میں غارتگر تھے اور ان کی داروگیر، ہر طرف خوں ریزی، ہر سمت ظلم و ستم ایذا بھی دیتے اور طمانچے بھی مارتے، غریب لوگ

خوف سے سہمے جاتے اور یہ لٹیرے ملندریاں مارتے پھر رہے تھے، گھر جل گئے، محلّے ویران ہو گئے۔ سیکڑوں لوگ ان سختیوں کی تاب نہ لاکر چل بسے، اور کسی کی فریاد سُننے والا کوئی نہ تھا، ایک عالم اُن کے ستم سے ہلاک ہو گیا، مگر کسی کی دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ پُرانے شہر کا علاقہ جسے رونق و شادابی کے باعث "جہان تازہ" کہتے تھے، کسی گری ہوئی منقش دیوار کی مانند تھا یعنی جہاں تک نظر جاتی تھی، مقتولوں کے سر، ہاتھ، پاؤں اور سینے ہی نظر آتے تھے، ان مظلوموں کے گھر ایسے جل رہے تھے کہ آتشکدے کی یاد تازہ ہو رہی تھی، یعنی جہاں تک آنکھ دیکھ سکتی تھی، خاک سیاہ کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا جو مظلوم مرگیا وہ گویا آرام پاگیا۔ اور جو اُن کی زد میں آگیا بچ کے نہ جاسکا۔ میں کہ (پہلے ہی) فقیر تھا۔ اب اور زیادہ مفلس ہو گیا۔ افلاس اور تہی دستی سے حال بہت ابتر ہو گیا، سڑک کے کنارے جو مکان تھا وہ بھی ڈھ کر برابر ہو گیا، غرض کہ وہ ظالم سارے شہر کا اسباب لاد کرلے گئے، اور شہر کے لوگ بڑی ذلت و رسوائی اٹھا کر جان سے گزر گئے"۔[1]

کم و بیش اٹھارہویں صدی کے ہر شاعر نے دہلی کی تباہی و بربادی کا ماتم کیا ہے، اور شہر آشوب کی صورت میں اپنے تأثرات بیان کئے ہیں، اُن میں سماجی اور سیاسی مطالعہ کے نقطۂ نظر سے سوداؔ حاتمؔ، جعفر علی حسرتؔ، میرؔ اور قائم چاندپوری کے شہر آشوب خاص طور پر اہمیت رکھتے ہیں، ان شعراء کے کلام سے بعض ایسی مثالیں یہاں پیش کی جاتی ہیں جن سے اُس عہد کا انتشار اور بدامنی سامنے آجاتی ہے۔

سوداؔ :-

سخن جو شہر کی ویرانی سے کروں آغاز ؞ تو اُس کو سُن کے کریں ہوش چند کے پرواز
نہیں وہ گھر نہ ہو جس میں شغال کی آواز ؞ کوئی جو شام کو مسجد میں جائے بہرِ نماز
تو واں چراغ نہیں ہے بجز چراغِ غول
کسی کے ہاں نہ رہا آسیا سے تہ تا بہ اجاغ ؞ ہزار گھر میں کہیں ایک گھر جلے ہے چراغ
سو کیا چراغ وہ گھر ہے گھروں کے غم سے داغ ؞ اور اُن مکانوں میں ہر سمت رینگتے ہیں الاغ

[1] میرؔ کی آپ بیتی۔ ص ۱۲۱ - ۱۲۴، نیز ملاحظہ ہو، تاریخ شاکر خانی (قلمی) ص ۲ ۱۰ کلیاتِ میرؔ
۔ شہر میں گھر خراب ہے اپنا ؞ آتے ہیں یاں اب اس نشاں سے لوگ ص ۳۴۸ نیز وقائع بعد از وفات عالمگیر (قلمی) ص ۱۶۲ (الف)

جہاں بہار میں سنتے تھے بیٹھکر ہنڈول
خراب ہیں وہ عمارات کیا کہوں تجھ پاس ÷ کہ جس کے دیکھے سے جاتی رہی تھی بھوک و پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل ہوئے زندگی سے اُداس ÷ بجائے گُل چمنوں میں کمر کمر ہے گھاس
کہیں ستون پڑا ہے کہیں پڑے مرغول [1]

حاتم :-

جہاں سُنتے تھے شب و روز طنبورا ڈھولک ÷ تہاں اب مرد ہیں مانند زناں نوحہ کناں
کیا زمانہ کی ہوا پھر گئی سبحان اللہ ÷ زندگی ہوئی ہر ایک کی اب دشمنِ جاں
گرم ہے ظلم کا بازار خدا خیر کرے ÷ کہیں مظلوموں کے رونے سے نہ آوے طوفاں
غرض ہے یہ کہ کوئی کام نہ آیا میرے ÷ آشنا تھا میرا بسکہ تمام ہندوستاں [2]

مصحفی :-

دلی ہوئی ہے ویراں، سونے کھنڈر پڑے ہیں
ویران ہیں محلّے، سنسان گھر پڑے ہیں
دیکھا تو اُس چمن میں بادِ خزاں کے ہاتھوں
اکھڑے ہوئے زمیں سے کیا کیا شجر پڑے ہیں
بُلبل کا باغباں سے اب کیا نشان پوچھو
بیرونِ درِ چمن کے ایک مُشت پر پڑے ہیں

گئے وہ دن جو رہتے تھے جہاں آباد ہیں ہم
خرابی شہر کی صحرا کے آواروں سے مت پوچھ [3]

---

[1] کلیاتِ سودا (نول کشور) ص ۷۰ ، ۴ [2] دیوان زادہ (قلمی - علی گڈھ) ص ۱۸۷ - ۱۸۸ - [3] مصحفی ص ۶۶ دلی کہیں ہیں جس کو زمانے میں مصحفی ÷ میں رہنے والا ہوں اسی اُجڑے دیار کا (ریاض الفصحاص ب)

جعفر علی حسرت :-

کیا غنیم کے لشکر نے یوں اُسے ویراں ÷ کہ جیسے بادِ خزاں سے ہو حالتِ بستاں
نہ سیل حادثہ لاوے کسی پہ یوں طوفاں ÷ گذر گیا ستم افغان[1] کے ظلم سے جو وہاں
فغاں کہ ہو گیا، یہ کشتِ سبز، سب پامال

وہ باغ جس میں کہ گل رو تھے سب حسیں گل سے ÷ اور اُن کی زلفیں فزوں تر تھیں جعدِ سنبل سے
چمن کے رشک تھے رخسارۂ خط و کاکل سے ÷ دراز اُس پہ ہو دستِ ستم تطاول سے
دریغ مٹ گیا نقشا، رہا نہ وہ خط و خال

سواد اُس کے سے تھی زلفِ مہوشاں زنجیر ÷ بہار اُس کی سے غرقابِ شرم تھا کشمیر
ہر ایک اُس کے مکاں میں بہشت کی تعمیر ÷ جدھر نظر کرو سوجھے تھا عالمِ تصویر
نہ سرکے وہاں سے جدھر جا پڑے نگاہ خیال

سو اب نہ نہر نظر آوے ہے نہ اُس میں آب ÷ کنارے جمنا کے ہے سنگ قلعہ اور سرآب
پڑے ہے اب کی مزابل، جہاں تھا عطر و گلاب ÷ کھنڈر ہیں سنگ کے ٹوٹے ستون اور محراب
جو تر کشی سرو کی صورت تھی اور شکل ہلال

نہ چھت، نہ تختہ، مکانوں میں اور نہ خوبی کہیں ÷ سوائی سنگ اس انگشتری کے گھر میں نہیں
پہچانی جائے نہ ویرانی سے وہاں کی زمیں ÷ ملک سجود سے گھستے تھے جس پہ آ کے جبیں
وہاں پھرے ہے شرارت سے لشکرِ دجّال

رہے نہ آئینہ خانے نہ دیکھنے والے ÷ پڑے ہیں آبلے سینوں میں پاؤں میں چھالے
نہیں وہ مست، وہ شیشے، وہ جام، وہ پیالے ÷ جو دل تھے شیشہ صفت توڑ چرخ نے ڈالے
پڑی ہیں خاک میں شکلیں جو کیجئے غربال (کذا)[2]

---

[1] افغان سے مراد ابدالی کی افواج ہیں۔

[2] دیوانِ حسرت (جعفر علی) قلمی رام پور۔ ص ۱۳۲ ب - ۱۳۳ (الف)

قائم چاند پوری:-

شہر داخل ہوا جب ابدالی ؛ دیکھ درّانیوں کے چہرہ رقت
ایک شش و پنج میں تھی خلقِ خدا ؛ کہ کہیں ہو نہ اُون سے ہشت و ہفت
نہ فقیروں کی چھوڑتے تھے کلاہ ؛ نہ امیروں کا جامۂ زربفت
شاہ از تخت گاہ دہلی رفت [1]

خواری سے جب جہاں کا ٹھیرا یہ آکے رنگ ؛ ڈھارس کہاں و صبر کدھر کس کا عار و ننگ
کتنے کا صبح و شام کے باقی رہا نہ ڈھنگ ؛ ہر صبح، غم سے شام کے، عالم بجاں ہے تنگ
ہر شام دل میں خلق کے فکرِ پگاہ ہے
مُردوں کے ہر طرف ہیں پڑے سیکڑوں اٹم ؛ سسکے ہے کوئی راہ میں نکلے ہے کسی کا دم
ایک ہاتھ سر کے نیچے رکھے ایک برشکم ؛ مانند چوب پاؤں میں خشکی سے پیچ و خم
چہرے کا ڈول فاقے کے اوپر گواہ ہے
پھوٹے، ڈھئے، خراب ہوئے اس قدر مکاں ؛ چوتی نہ ہو جو سقف وہ زیرِ فلک کہاں
دیوار کی نمی سے پڑی سوکھتی ہے جاں ؛ تلروکے ڈر سے چار طرف نالہ و فغاں
ساون کے تِس پہ مینھ کی یہ سخت چاہ ہے [2]

میر:-

جس جا کہ خس و خار کے اب ڈھیر لگے ہیں ؛ واں ہم نے اِن آنکھوں سے دیکھی ہیں بہاریں
یا قافلہ در قافلہ ان رستوں میں تھے لوگ ؛ یا ایسے گئے یاں سے کہ پھر کھوج نہ پایا

---

[1] دیوان قائم چاند پوری (قلمی رام پور) ص ۱۸۱ (الف)
[2] نقوش (اکتوبر ۱۹۶۱ء) ص ۹۵ - ۱۰۰

سر سری تم جہان سے گزرے ٭ ورنہ ہر جا جہانِ دیگر تھا
اب خراب ہوا جہان آباد ٭ ورنہ ہر اک قدم پہ یاں گھر تھا[1]

دلی میں بہت سخت کی اب کے گزراں ــــ دل کو کرسنگ
غیرت نہ رہی عاقبت کار نہ شان ــــ کھینچا یہ ننگ
یاروں میں نہ تھا کوئی مروت جو کرے ــــ اجڑے تھے گھر
تا حد نظر صاف پڑے تھے میداں ــــ عرصہ تھا تنگ[2]

غارتگری و تباہی کے بعد احمد شاہ ابدالی اپنے ساتھ بے حساب دولت لے گیا تھا۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ اس کی فوج کے اسی ہزار سوار جو سب غارت و لوٹ کا مال لئے جا رہے تھے، پیدل چل رہے تھے، سواریوں پر مال و اسباب لدا ہوا تھا۔ جہاں جہاں سے ابدالی گزرا ایک مریل ٹٹو بھی اس نے نہیں چھوڑا تھا۔[3] قمر الدین خان وزیر کے گھر میں تو صاف جھاڑو دے گئے ایک تنکا بھی نہ چھوڑا۔[4]

آخرکار شاہ ابدالی نے سورج مل جاٹ کا تعاقب کیا اور اسی طرح متھرا تک جا پہنچا، اس شہر کو خوب تباہ و برباد کیا۔ جاٹ ابدالی کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے قلعوں میں محصور ہو گئے، بعد ازیں شاہ ابدالی اکبر آباد کی طرف آیا۔ وہاں کے قلعدار نے شاہ کی اطاعت قبول نہ کی اور مقابلہ کرنے کی تیاری کی، شاہ ابدالی نے جہان خان کو جاٹوں کے قلعوں کی تسخیر کے لئے پیچھے چھوڑا اور خود ولایت کے لئے روانہ ہو گیا۔ کیونکہ اس کی فوج میں طاعون پھیل گیا تھا۔

جب شاہ ابدالی دہلی کے قریب سے گزرا تو عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ نے مقصود آباد کے

---

[1] کلیات میر (نول کشور) ص ۱۴۱ [2] کلیات میر۔ ص ۳-۴۷۲

[3] احمد شاہ درانی (انگریزی) ص ۱۶۵ - ۱۶۸ مغلیہ سلطنت کا زوال (انگریزی) ج ۲- ص ص ۹۳

[4] خزانۂ عامرہ۔ ص ۹۹ - ۱۰۰ ملخص التواریخ۔ ص ۲۰۳، ۲۰۳ - ۲۰۴

تاریخ فرح بخش (قلمی) ص ۶۱ (الف)

تالاب کے کنارے اس سے ملاقات کی، اس موقع پر احمد شاہ ابدالی نے محمد شاہ کی لڑکی سے نکاح کیا۔ اور عماد الملک غازی الدین کو قلمدانِ وزارت سپرد کیا اور نجیب الدولہ کو امیر الامرائی[1]

عالمگیر ثانی اور انتظام الدولہ کا قتل اور شاہ جہاں ثانی کی تخت نشینی | احمد شاہ ابدالی کے پانچویں اور چھٹے حملے کے درمیان میں ہندوستان میں وقوع پذیر واقعات کا میر نے مجملاً ذکر کیا ہے، احمد شاہ ابدالی کے واپس چلے جانے کے بعد مرہٹوں نے دکن سے آکر دہلی کے اطراف میں اپنے خیمے لگا دیئے، اس واقعہ سے " بہتوں کے دل ہل گئے۔ ایک ہلڑ مچ گیا۔ امیروں کی سٹی گم ہوگئی، بادشاہ اور وزیر نے اُن سے صلح کر لی، دتّا نامی سردار کو جو اس بہادر اور جیالے جوان (جنگو) کا مدار المہام تھا، نجیب الدولہ کی طرف بھیج دیا جو گنگا کے کنارے وسطی علاقے میں قدم جمائے بیٹھا تھا، وہاں گھمسان کی جنگ ہوئی[2]

"اب یہاں سب نے وزیر کے ہاں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ اگر یہ بھاری سپاہ واپسی میں ہم پر ٹوٹ پڑی تو ایسی تباہی مچائے گی کہ عالم تہ و بالا کر دے گی اور سارا شہر غارت ہو جائے گا۔ بن پڑے تو ان سے مل کر نجیب الدولہ کا کام تمام کر دیں، ورنہ درمیان میں پڑ کر صلح کرا دیں"

وزیر نے بادشاہ سے اس منصوبہ میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ اُس نے بیماری کے بہانے صاف انکار کر دیا۔ چونکہ لوگوں کو بادشاہ کی طرف سے اطمینان نہیں تھا، مشورہ کیا کہ شہر جا کر بادشاہ کو ختم کر دیں اور انتظام الدولہ کو بھی جیتا نہ چھوڑیں[3]

درحقیقت وزیر اور بادشاہ کے تعلقات اس وجہ سے کشیدہ ہوئے کہ بادشاہ اپنی زبوں حالی اور تذلیل سے تنگ آکر وزیر کے چنگل سے نکلنے کا خواہش مند تھا۔ اسی مقصد کے تحت اُس نے شہزادہ عالی گہر کو ۱۷۵۵ء-۱۷۵۶ء میں اور عالی جاہ کو (۱۷۵۶ء-۱۷۵۷ء) میں دوآبہ کو فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن انہیں اس مقصد میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی، بادشاہ کے اس طرزِ عمل سے ناراض ہو کر وزیر نے

---

[1] سیر المتاخرین (اردو ترجمہ) ج ۳- ص ۵۲

[2] میر کی آپ بیتی - ص ۱۱۷ - ۱۱۸

[3] ملخص التواریخ - ص ۲۰۸ - ۲۱۱

علی گوہر کے مسکن کا محاصرہ کر کے گولہ باری کی، مگر شہزادہ جان بچا کر نکل بھاگا اور شجاع الدولہ کے پاس اودھ پہنچ گیا۔[1]

مختصر یہ کہ وزیر کے چند اشخاص "لشکر سے نکل کر شہر آئے اور بادشاہ کے سامنے قسمیں کھائیں کہ ہم وزیر سے خوش نہیں ہیں لیکن زمانہ سازی کر رہے ہیں۔ اگر حضور فائدہ اٹھائیں تو ایک نادر موقع ہاتھ آیا ہے، وہ سادہ لوح (بادشاہ) ان بدباطنوں کے فریب میں آ گیا۔ پوچھا "وہ کیا؟" انھوں نے کہا "ایک پہنچا ہوا فقیر جو تارکِ دنیا ہے، دو تین روز سے فیروز شاہ کے کوٹلے میں وارد ہے، کل چلا جائیگا اگر آپ شام کو اُس سے مل لیں تو غالب ہے کہ اُس خدا رسیدہ بزرگ کی دعا سے ہم اِن آفتوں سے محفوظ ہو جائیں اور وزیر پر غلبہ پالیں" بادشاہ ان نمک حراموں کی منافقت سے بے خبر تھا، وعدہ کر لیا کہ "ہم ضرور ملیں گے" "آخر شام کے قریب اُسے سوار کر کے لے گئے، جب کوٹلے میں پہونچے تو اُس بے گناہ کے چاقو مار کر ہلاک کر دیا اور اس کی نعش دیوار کے نیچے پھینک دی، شام کے بعد وہاں سے پلٹ کر خانِ خاناں کے گلے میں پھندا ڈالا، جبکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا، اُسے بڑی بے رحمی سے ہلاک کر دیا اُس کے مردے کو سب کی نگاہوں سے بچا کر لے گئے اور دریا میں ڈال دیا۔ بادشاہ کی نعش تمام دن کس مپرسی کی حالت میں زمین پر پڑی رہی، جو دیکھتا وہ اس وحشیانہ فعل پر لعنت کرتا تھا، آخر اس کے وارثوں نے جی کڑا کر کے اُس کی میت راتوں رات دفنا دی، ..... دوسرے دن صبح وہ اشقیار قلعے میں آئے، اور شاہ جہاں نامی ایک جوان کو تخت پر بٹھا کر نذریں پیش کیں"[2]

---

[1] برائے تفصیل ملخص التواریخ ص ۴۰۵ - ۴۰۸، جام جہاں نما (قلمی رام پور) ص ۵۰۴ -

[2] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۱۸ - ۱۱۹۔ مفتاح التواریخ۔ ص ۳۴۰ تا ۳۴۲ - جام جہاں نما (قلمی رام پور) ص ۵۰۵ وقائع بعد از وفات عالمگیر (قلمی) ص ۱۶۱ (ب) تاریخ فرح بخش (قلمی) ص ۶۸ الف - ۶۹ ب تاریخ احمد شاہ (قلمی) ص ۲۹ (الف و ب) تاریخ مظفری (قلمی) ج ۲۔ ص ۷۶ (الف و ب) تاریخ راحت افزا ص ۳۴۳

ملخص التواریخ میں لکھا ہے کہ "اول انتظام الدولہ را کہ مقید داشت بہ تیغ جفا در گذرانید و بعد از سہ روز مہدی علی خان کشمیری را تلقین نمودہ پیش بادشاہ فرستاد، او آمد بخدع و دغا ظاہر ساخت کہ درویشی صاحب حال

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

میر کا بیان ہے کہ بادشاہ اور انتظام الدولہ کے قتل سے فارغ ہو کر عماد الملک بھاگم بھاگ راستہ طے کر کے مرہٹوں کی فوج سے مل گیا اور جنگ میں اُن کا شریک بن گیا۔[۱] چونکہ نجیب الدولہ اور مرہٹوں کے مابین صلح ہو گئی اور اسی اثناء میں احمد شاہ ابدالی کے ہندوستان آنے کا شور و غل اُٹھا تو اپنی عافیت کے لیے عماد الملک سورج مل جاٹ کے پاس چلا گیا۔[۲]

چھٹا حملہ ۱۷۶۰ - ۶۱ء ہندوستان کی تاریخ میں شاہ ابدالی کا یہ حملہ تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے، اسی حملے کے موقع پر جنگ پانی پت ہوئی جس نے مرہٹوں کی روز افزوں طاقت کا قلع قمع کر دیا تھا۔

غلام علی آزاد بلگرامی نے اس حملے کی دو وجوہ بیان کی ہیں۔ پہلی وجہ تو یہ تبلائی ہے کہ مرہٹہ سردار بالاجی راؤ کے دونوں بھائی رگھناتھ اور شمشیر بہادر، ہولکر اور دیگر سرداروں کو ہمراہ لے کر شمالی ہند میں دہلی تک بڑھ آئے تھے، اور وہاں سے لاہور پہونچے، عبد الصمد خاں سے جو شاہ ابدالی کی طرف سے

(بقیہ صفحہ ۴۱) درکوٹلہ فیروز شاہ وارد گردیدہ قابلِ زیارت است، آں ابلہ بہ تلبیس ابلیس مذکور جریدہ بملاقات درویش مجہول قاصد گردید چوں بجائے معہود رسید و اندروں حجرۂ کہ قاتلانش را نشانیدہ بود رفت کشمیری مذکور در را از بیرون بزنجیر بند نمود مرزا بابر خلف اعز الدین داماد بادشاہ شمشیر کشیدہ یکے را مجروح ساخت، مردم عماد الملک اسیرش نمودہ بر پالکی مخوف نشانیدہ محبس خانہ سلاطین رسانیدند و صہ چہار ازبک خونخوار کہ در حجرہ بانتظار ورود بادشاہ نشستہ بودند بی چارہ بادشاہ را بی یراق تنہا یافتہ زخمہائی کارد پی در پی زدہ از پایش در آوردند و لاش را لطرف دریا بر ریگ انگندند، لچہ ہا لباسش را از بر گرفتہ عریاں ساختند، بعد شش پہر حسب الامر آں کشمیری لاشش را برداشتہ در مقبرۂ ہمایوں مدفون کردند" ص ۴۱۲

[۱] میر کی آپ بیتی - ص ۱۲۰

[۲] ملخص التواریخ - ص ۴۱۲ - ۴۱۳

سرہند کا فوجدار تھا، جنگ کرکے اُسے گرفتار کرلیا۔ بعدازیں لاہور پہونچے، وہاں کا حاکم مرہٹوں کے مقابلے کی تاب نہ لاسکا اور شاہ ابدالی کے بیٹے تیمورشاہ کو ساتھ لے کر بھاگ کھڑا ہوا اور کابل چلا گیا۔ اُن کا تمام مال واسباب وخزانہ غنیم کے ہاتھ آیا۔ بعدازیں مرہٹوں کا تسلط واقتدار ملتان وڈیرہ غازیخاں سے چناب ندی تک قائم ہوگیا۔ برسات کی وجہ سے وہ لوگ زیادہ دن تک وہاں قیام نہ کرسکے اور ۷۵ لاکھ سالانہ پیش کش کے عوض لاہور آدینہ بیگ کے حوالے کرکے دہلی واپس چلے آئے اور کچھ دنوں وہاں قیام کرکے دکن واپس چلے گئے۔[1]

اس واقعہ کے کچھ ہی دنوں بعد آدینہ بیگ کا انتقال ہوگیا، جنگو نامی مرہٹہ سردار نے سرہند کی فوجداری پر آدینہ بیگ کے ایک عزیز صدیق بیگ خاں کو مقرر کیا اور دوآبہ کا علاقہ آدینہ بیگ کی بیوی کو عطا کیا۔ اور سابا نامی مرہٹہ سردار کو لاہور کی صوبہ داری تفویض ہوئی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کے تمام قدیم راجاؤں کا مرہٹوں[2] نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اُن کے روز افزوں اقتدار سے وہ لوگ پریشان اور ہراساں تھے۔

دتا سیندھیہ نے ایک مدت سے نجیب الدولہ کا قافیہ تنگ کر رکھا تھا۔ نجیب الدولہ اور دیگر افغان سرداروں نے عموماً تقویت اسلام اور خصوصاً اپنی نجات کی غرض سے اور دوسرے راجاؤں نے اپنے ملک اور رعیت کی حفاظت کے لئے درّانی کی خدمت میں عرضیاں بھیجیں اور اُس سے ہندوستان تشریف لانے کی درخواست کی۔[3]

نجیب الدولہ نے ایک خط میں شاہ ابدالی کو لکھا:۔

"ایں تمام آفات از دست کفار مرہٹہ برتمام ما مردم می رسد و شما بادشاہ مسلمانان اید می باید کہ چیزے تدارک ایں امر بکنید"[4]

---

[1] خزانۂ عامرہ۔ ص ۱۰۰ - ۱۰۱، نیز ملاحظہ ہو میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۱۶ [2] خزانۂ عامرہ ص ۱۰۱

[3] خزانۂ عامرہ۔ ص ۱۰۰۔ ۱۰۱۔

[4]۔ سرگزشت نواب نجیب الدولہ۔ ص ۹۔

سید نورالدین حسین خاں بہادر فخری کا بیان ہے کہ :-

"نجیب الدولہ در ہر ماہ آدم پیش احمد شاہ درّانی رواں می کرد و بطرف سرداران افاغنہ و شجاع الدولہ گفتہ می فرستاد کہ بالا اینہا بسر من رسیدند، من تنہا طاقتِ استقامت با اینہا ندارم شما ہم شریک شوید"[۱]

دوسرے خط میں نجیب الدولہ نے شاہ ابدالی کو لکھا :-

"تا استیصال مرہٹہ بالکل نہ شود مامردم را در ہندوستان ماندن مشکل است"[۲]

پروفیسر خلیق احمد نظامی کا خیال ہے کہ شاہ ولی اللہ کا مکتوب دوم "بنام شاہ" شاہ ابدالی کے نام تھا، اس مکتوب میں ہندوستان کی اُن سیاسی جماعتوں کا جن کو شاہانِ مغلیہ کی عدم دور اندیشی، غفلت شعاری، اختلافِ فکر، اور عیش و عشرت کی وجہ سے پھلنے پھولنے اور اپنے اقتدار کو جمانے کا سنہری موقع مل گیا تھا۔ تفصیلی ذکر کیا ہے۔ بعد ازیں شاہ صاحب نے احمد شاہ ابدالی کو لکھا :-

"اس زمانے میں ایسا بادشاہ جو صاحبِ اقتدار و شوکت ہو اور لشکرِ مخالفین کو شکست دے سکتا ہو، دور اندیش اور جنگ آزما ہو، سوائے آنجناب کے اور کوئی موجود نہیں ہے، یقینی طور پر جناب عالی پر فرضِ عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرنا، اگر غلبۂ کفر معاذاللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور تھوڑا زمانہ نہ گزریگا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائے گی کہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ ہو سکے گی، یہ بھی ایک بلائے عظیم ہے، اس بلائے عظیم کے دفع کرنے کی قدرت بہ فضلِ خداوندی جناب عالی

۱۔ سرگزشت نواب نجیب الدولہ۔ ص ۱۱۔ اقبال نامہ (قلمی رام پور) ص ۳۴۶ - ۳۴۷

۲۔ " " ص ۱۷۔

کے علاوہ کسی کو میسّر نہیں ہے "

" ہم بندگانِ الٰہی، حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع گردانتے ہیں اور خدائے عزّ وجل کے نام پہ التماس کرتے ہیں کہ ہمتِ مبارک کو اس جانب متوجہ فرما کر مخالفین سے مقابلہ کریں تاکہ خدائے تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی فہرست میں نام درج ہو جائے۔" [1]

خلاصہ یہ کہ شاہ ولی اللہ نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان آنے کی دعوت دی تھی ـــ " نہیں کہا جا سکتا کہ شاہ صاحب اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ جنگِ پانی پت نے ہندوستان کی تاریخ کا رُخ ہمیشہ کے لئے بدل دیا "[2]

سرہند کے قریب مرہٹہ اور ابدالی کا معرکہ | میر نے لکھا ہے کہ [3] ـــ " ابھی ایک ہفتہ بھی نہیں گذرا تھا کہ یہ خبر آئی کہ شاہی فوج (ابدالیوں) نے اٹک پار کر کے صاحبا کو شکست دیدی، مرہٹے نجیب الدولہ کی جنگ یونہی اُدھر میں چھوڑ کر (ابدالی) فوج کو روکنے کے لئے بدحواس ہو کر بھاگے، اور پانی پت کے قریب دریائے جون عبور کر کے اُترے، راستے میں ایک عالم پر مصائب توڑتے اور تاخت وتاراج کرتے ہوئے کرنال کے اُس طرف خیمہ زن ہوئے....... شام کو سُنا گیا کہ شاہی فوج دریا کی سمت پہنچ چکی ہے، انھوں نے بھی اپنی فوج کو آگے بڑھایا۔ دوسرے دن سورج نکلنے سے پہلے تقریباً آٹھ ہزار جیالے سوار ایک سردار کی سرکردگی میں بھیجے، وہ شاہی فوج سے مقابل ہوئے مگر ایک ہی دھارے میں بہتوں کے پاؤں اُکھڑ گئے، بڑے بڑے سورماؤں کا گھمنڈ نکل گیا۔ جو بہت دوُن کی لیتے تھے، اوندھے ہو گئے، اُدھر خون خواروں نے ایسا ہلّا بولا کہ آن کی آن میں کشتوں کے پُشتے لگا دیئے........ یہ لوگ تو ہار کر واپس آگئے اور وہ (درّانی) مالِ غنیمت

---

[1] سیاسی مکتوبات۔ ص ۱۰۵ - ۱۰۶۔ [2] سیاسی مکتوبات ص ۱۸۔

[3] ملخص التواریخ ودیگر تواریخ میں سابا نام لکھا ہے۔ ص ۱۵۴۔

لوٹ کر دریا کے پار اُتر گئے"۔ اس معرکہ کے موقع پر میر میدانِ جنگ میں موجود تھے۔[1]

معرکۂ بادلی[2] | بعدازیں احمد شاہ ابدالی نے دو آبے میں ڈیرے ڈالے اور نجیب الدولہ اُن سے آکر مل گیا تو دکنی سرداروں نے لشکر اور شہر کی محافظت کے لئے وزیر کو دستوری مرحمت کردی اور خود وہاں سے نکل کر کچھ کوس اُدھر خیمے گاڑ دیئے"

"چار روز کے بعد شاہ ابدالی اور نجیب الدولہ کی فوجیں کوچ پر کوچ کرتی ہوئی دریا پار پہنچ گئیں اور ان کی جنگ جو فوج (مرہٹوں کی) گوش مالی کرنے پر متوجہ ہوئی، روہیلہ فوج کے پیادوں نے پیش قدمی کرکے جنگ شروع کردی اور خوب کٹ کٹ کر لڑے۔ اِدھر سے دتا جو مرہٹہ فوج کا سردار تھا۔ اپنی فوج سے آملا اور جی جان سے لڑا۔ اُدھر سے پہلا ہی حملہ ہوا تو ایک تیر دتا کے پہلو میں بہت کاری لگا۔ مرہٹوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے، وہ دتا کے مُردے کو دریا کے پار لے گئے، انھوں نے بھی دریا کے پار اُتر کر مار دھاڑ شروع کی اور یہ مرہٹے بھاگنے لگے .... درانیوں نے بھگوڑی فوج کا تعاقب کیا اور اُن میں سے اکثروں کو قتل کردیا۔[3]

بقول علی ابراہیم خاں " درانیوں نے زخم تیر اور بندوق اور تلوار سے سپاہ مخالف کے تئیں مضمحل کیا اور باقی نہ چھوڑا کہ ایک تن اُس میں سلامت میدانِ کارزار سے باہر جاوے"[4]

معرکۂ سکندرہ | میر کا بیان ہے " کہ مرہٹوں کی فوج جو ہار کر بھاگی تھی، اُس لشکر کے ساتھ جو میوات کے علاقے میں تھا مل گئی ہے اور اُن کے ارادے ناپاک ہیں، ابدالی نے یہ خبر سُن کر اُن کی طرف بڑھنے کا

---

[1] میر کی آپ بیتی ص ۱۲۰۔ خزانۂ عامرہ۔ ص ۱۰۲۔ سرگزشت نجیب الدولہ ص ۱۷-۱۸۔ ملخص التواریخ ص ۱۵ام۔ تاریخ مرہٹہ و ابدالی از علی ابراہیم خان۔ ص ۲۹ [2] بادلی کا میدان شاہ جہان آباد کے قرب و جوار میں تھا۔ [3] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۲۱۔ خزانۂ عامرہ۔ ص ۱۰۲ بماہ جمادی الآخر ۱۱۷۳ھ میں یہ جنگ ہوئی تھی۔ آزاد بلگرامی نے تاریخ کہی ہے۔

کرد سلطان عصر درانی ؛ قتل دتا بہ تیغ دشمن کاہ
گفت تاریخ ایں ظفر آزاد ؛ نصرت بادشاہ عالی جاہ

ص ۱۲ ملخص التواریخ۔ ص ۴۱۵-۴۱۶ [4] تاریخ مرہٹہ و ابدالی۔ ص ۳۰

ارادہ کیا۔ شاہ جہاں (ثانی) کو جو چند مہینے کی برائے نام سلطنت کا گنہ گار تھا، پہلے کی طرح سلاطین میں بھیج دیا اور عالی گہر کے لڑکے جواں بخت کو اس کا ولی عہد مقرر کر کے شہر سے کوچ کر گیا....

جب شاہ ابدالی میوات کے قرب وجوار میں پہونچا اور مرہٹوں نے دیکھا کہ ہمارا حملہ کارگر نہیں ہوتا اور فوج سہم گئی ہے، تو وہ اپنے قدیم معمول کے مطابق بھگدڑ مچاتے ہوئے شاہ جہاں آباد تک آ گئے اور دریا عبور کر لیا۔ شاہ نے بھی اُن کا تعاقب کیا۔ اور رات شہر کے قریب بسر کر کے (صبح کو دریا کے) پار اتر گیا۔ جو پایاب تھا۔ جب دریا کے اُس طرف لشکر جما لیا تو اس کی فوج کا سردار جہاں خان آگے بڑھا اور سکندرہ آباد کے قریب ملہار کی فوجوں سے بھڑ گیا۔ شاہ (ابدالی) بھی یہاں سے تین ہزار لشکریوں کو لے کر دو گھڑی میں اس سے جا ملا۔ اُدھر کے سردار (ملہار) میں مقابلے کی ہمت نہ رہی تو وہ اپنی جگہ مرہٹہ سرداروں میں سے ایک کو سونپ کر خود چپکے سے بھاگ گیا۔ اُس (مرہٹہ) سردار نے بہادری کے جوہر دکھائے اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ اس کے سپاہی پسپا ہو کر (ابدالی) کے لشکر جرار کے مقابلے سے بھاگ پڑے اور منتشر ہو گئے، شاہ ابدالی کول تک ...... ان کے تعاقب میں گیا۔ اِن بھگوڑوں نے سورج مل کے قلعوں میں پناہ لی اور دو تین دن کے بعد آگے روانہ ہو گئے، شاہی فوج اس کے قلعوں میں سے ایک قلعے پر جو دریائے جون کی دوسری جانب تھا۔ دھرنا دے بیٹھی اور محاصرہ کر کے لوگوں کا ناک میں دم کر دیا۔ زمیں دار مذکور (سورج مل) نے اُن کی مدد کرنے میں اپنا کوئی فائدہ نہ دیکھا تو وہ بھی طرح دے گیا۔ مجبور ہو کر محصورین نے اپنا سفیر بھیج کر صلح کر لی اور قلعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ [1]

سداشیو راؤ اور دیگر مرہٹہ سرداروں کا شمالی ہند میں آنا جب دتّا کے قتل اور ہولکر کے مغلوب ہونے کی خبر دکن پہونچی تو سداشیو راؤ عرف بھاؤ برادر بالاجی راؤ مع نامی گرامی سرداروں اور جرار لشکر و توپخانہ مرہٹوں کی گذشتہ شکست کا انتقام لینے کی غرض سے شمالی ہند آیا۔ طباطبائی کا بیان ہے کہ ــــ

بتہیہ تدارک وانتقام کشی از ابدالی و بر انداختن بنیاد سلاطین بابری و نشانیدن بسواس راؤ بہ

[1] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۲۴ - ۱۲۷ - نیز ملاحظہ ہو۔ خزانۂ عامرہ۔ ص ۱۰۲ - ۱۰۳ - ملخص التواریخ ص ۴۱۶ - ۴۱۷ - تاریخ مرہٹہ و ابدالی۔ ص ۳۱

تخت سلطنت رکمرای ہندوستان از دکھن گردید " [1]

میر نے لکھا ہے کہ " ابھی یہ فوج (ابدالی) دوآب ہی میں تھی جو یہ خبر پھیل گئی کہ (مرہٹوں کی) بڑی فوج جنگ کرنے کے ارادے سے دکن سے آئی ہے، اور آگرے تک پہنچ گئی ہے۔ بس یہاں تک آیا ہی چاہتی ہے، نجیب الدولہ نے پورب کے سرداروں مثل شجاع الدولہ، احمد خان بنگش، اور حافظ رحمت خان (روہیلہ) وغیرہ کو اپنے ساتھ ملالیا۔ اور سب کو ملک (میں حصہ) دینے کا لالچ دیکر خلعت دی، اور (مرہٹوں سے) جنگ کرنے پر آمادہ کرلیا۔"

" انھیں دنوں 'بھاؤ' جو مرہٹوں کا بڑا سردار تھا اپنے بھاری لاؤ لشکر کے ساتھ سورج مل کے علاقے سے گزرا۔ وزیر (عمادالملک) اور راجا اُسے بہلا پھسلا کر ساتھ لے آئے اور شہر پر قبضہ کرلیا۔ یعقوب علی خاں، جو شاہ درانی کے وزیر شاہ ولی خاں سے قرابت بھی رکھتا تھا (اور اُن دنوں دلی میں شاہی قلعدار تھا) یہ سوچ کر کہ شاہی فوج دریا کے اُس طرف موجود ہے، اور وہ مدد میں دریغ نہ کرے گی، (مرہٹوں سے) مصروفِ جنگ ہوگیا، دکنی فوج نے قلعے کا محاصرہ کرکے اُسے فتح کرلیا اور اکثر مکانات شاہی کو جو خوبصورتی میں اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ خاک میں ملا دیا۔ چونکہ دریا کا (برسات کے باعث) پار کرنا مشکل تھا، اور شاہ ابدالی وہاں سے گزر نہیں سکتا تھا، خان مذکور (یعقوب علی خان) نے راجا سے صلح کرلی اور قلعے سے نکل آیا۔ معاہدے کی رو سے کسی نے اس سے روک ٹوک نہ کی " [2]

بقول آزاد بلگرامی اور علی ابراہیم خان " بسواس راؤ داخل قلعہ ہوا اور جو کچھ مال واسباب کارخانجات قدیم بادشاہی میں تھا سب پر قابض ومتصرف ہوا، اور

---

[1] ملخص التواریخ۔ ص ۱۴۷۔ تاریخ مرہٹہ وابدالی۔ ص ۳۲، خزانۂ عامرہ۔ ص ۱۰۳۔ [2] میر کی آپ بیتی ص ۱۲۷-۱۲۸۔ نیز ملاحظہ ہو، خزانۂ عامرہ۔ ص ۱۰۴-۱۰۵۔ تاریخ مرہٹہ وابدالی۔ ص ۳۸۔ ملخص التواریخ۔ ص ۱۴۸-۱۴۹

چھت چاندی کی جو دیوانِ خاص میں تھی اس کو توڑ کر بہت سی چاندی انبار کر کے سترہ لاکھ روپیہ بنوا کر سکّہ اپنا ڈالا[1] بعد ازیں قدیم شریف، سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کی درگاہ اور فردوس آرام گاہ (محمد شاہ) کے مزار سے متعلقہ سونے چاندی کے آلات اپنے قبضے میں کر لئے۔[2]

دلّی سے میر کا کوچ | اس زمانے میں میر راجا جگل کشور کے ہاں ملازم تھے، مگر دہلی پر آئے دن آنیوالی مصیبتوں سے تنگ آکر انھوں نے شہر چھوڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور راجا سے رخصت طلب کی، بقول میرؔ (میں) راجا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ زمانے کے ہاتھوں سخت پریشان ہوں۔ چاہتا ہوں کہ شہر سے نکل جاؤں اور جہاں سینگ سمائیں چلا جاؤں، ممکن ہے اسی طرح کچھ آسودگی نصیب ہو جائے انھوں نے میرے ساتھ رعایت کی اور مجھے رخصت کر دیا۔[3]

بال بچوں کو لے کر میرؔ نکل پڑے، دن بھر میں ۸-۹ کوس کی مسافت طے ہو سکی، رات ایک سرائے میں ایک درخت کے نیچے گزارنی پڑی، اگلی صبح کو اُدھر سے راجا جگل کشور کی بیوی کا گذر ہوا۔ انھوں نے ان مجبوروں کی دستگیری کی اور اپنے ساتھ رسانہ[4] تک لے آئیں اور اُن کے ساتھ طرح طرح کے سلوک کئے۔[5]

میر کا کامان جانا | راجا جگل کشور کی بیوی کے ساتھ میر کامان[6] گئے، اپنے اہل و عیال کے ساتھ عشرۂ محرم میں وہیں قیام کیا۔ بعد ازیں مکھیر گئے۔[7]

---

[1] خزانۂ عامرہ - ۱۰۵۔ تاریخ مرہٹہ و ابدالی۔ ص ۳۸ - ملخص التواریخ ص ۲۰/۱ [2] خزانۂ عامرہ ص ۱۰۵ ملخص التواریخ ص ۲۰/۱ اقبال نامہ (قلمی رام پور) ص ۳۴۹ تاریخ مظفری (ق) ص ۸۵ ب۔

[3] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۲۸- صحیفۂ اقبال (قلمی) ص ۸۷ (الف) و (ب) [4] یہ مقام ہندوؤں کا تیرتھ اور سورج مل کے قلعوں سے آٹھ کوس ادھر ایک قصبہ تھا۔ [5] میر کی آپ بیتی۔ ص ۱۲۸ - ۱۲۹

[6] یہ مقام رسانہ سے تین کوس پر راجا جے سنگھ والئ جے پور کی سرحد پر تھا۔

[7] میر کی آپ بیتی - ص ۱۲۹

مُنگھیر میں قیام ایک دن صفدر جنگ کے سابق خزانچی لالہ رادھا کشن کا بیٹا، بہادر سنگھ میر کے پاس آیا اور انھیں اپنے ساتھ لے گیا اور ان کی مدد و اعانت کی، کچھ دن سُکھ چین سے بسر ہوئے۔[۱]

میر کی عسرت اور تنگدستی میر کے لئے یہ زمانہ بڑی مصیبت اور عسرت کا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اُن کے پاس کھانے پینے کی اشیاء تک نہ ہوتی تھی۔ اُن کا بیان ہے۔

"ایک دن کھانے پینے کا سامان نہ ہونے کے باعث پریشان بیٹھا تھا۔ جی میں آئی کہ اعظم خان کلاں جو فردوس آرام گاہ (محمد شاہ بادشاہ) کے عہد میں شش ہزاری امیر، اور نہایت کریم النفس انسان تھا، کے لڑکے اعظم خان سے ملا جائے تو شاید (وہ امداد کرے اور) کچھ دن سکھ سے گزر جائیں۔ (چنانچہ) گیا، اور سورج مل کے طویلے میں اس سے ملا جو دلی کے خانہ خرابوں کی نئی جائے پناہ بنا ہوا تھا۔ اُس عزیز نے خدا بخشے، میری خیر و عافیت معلوم کی، میں نے اپنا دُکھڑا سنایا (تو) سننے والے بہت متاثر ہوئے۔"[۲]

اعظم خاں خود مفلسی اور عسرت کے شکار تھے، اُن کے پاس نقدی تو کچھ نہ تھا۔[۳] لیکن اُس نے "اصرار کر کے حلوے کی قاب اور مٹھائی کا خوان میرے گھر بھجوا دیا۔ اور مجھے ہنسی خوشی رخصت کیا، دو دن اس مٹھائی پہ گزر ہوئی۔"[۴]

تیسرے دن راجا جگل کشور کے چھوٹے لڑکے بشن سنگھ نے میر کو اپنے پاس بلایا اور اُن کی ضروریات کا سب سامان مہیّا کر دیا۔[۵]

(باقی)

---

[۱] میر کی آپ بیتی ص ۱۲۹۔

[۲] " ص ۱۲۹-۱۳۰

[۳] " ص ۱۳۰-۱۳۱

[۴] " ص ۱۳۱

[۵] " ص ۱۳۱